

دارالعلوم حقانیہ کے بانی شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ سے دارالعلوم دیوبند کے سابقہ منظم مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ

کارابطہ وتعلق خاطر

دارالعلوم حقانیہ

دارالعلوم دیوبند کی نظر میں

دارالعلوم حقانیہ کے بانی شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ کے ساتھ حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ کے علائق و روابط، تعلق خاطر اور خصوصی عنایات و توجہات کی داستان تقریباً نصف صدی پر محیط ہوئی ہے۔ دین میں اخصوت حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ کی دارالعلوم میں تشریف آوری اور خطاب کے اقتباس، دارالعلوم اور اس کے بانی مرحوم سے متعلق آزاد اور مرحوم کے ساتھ ارتحال کے موقع پر شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کے ایک تعزیتی اجتماع سے خطاب کا اقتباس پیش کیا جا رہا ہے جسے شیخ الحدیث کی سوانح کے اہم گوشے، دارالعلوم دیوبند اور دارالعلوم حقانیہ کی تاریخ کے بعض دلچسپ پہلو اور اکابر علماء دیوبند کے حضرت شیخ الحدیثؒ کے ساتھ روابط و علائق اور شفقت و عنایت عیاں ہو جاتی ہے۔ (ادارہ)

لائے، دو ایک دن قیام تھا، مگر یہ کب ہو سکتا تھا کہ اتنی قریب آئی ہوئی نعمت سے دارالعلوم حقانیہ کے درویش شرف نہ ہوں، جبکہ آج تک بمشکل ایسا ہو ا کہ حضرت پاکستان آئے ہوں اور دارالعلوم حقانیہ قدم رنج نہ فرمایا ہو خود حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیبؒ کا ارشاد تھا کہ میں نو اکوڑہ خشک کا تصور رکھ رہی وہاں سے جتا ہوں مگر وقت کی کمی، ادھر ویزا کی مشکلات اور حضرت کی علالت اور ضعف یہ سب خدشات تھے حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحبؒ بغرض ملاقات لاہور تشریف لے گئے تھے، اکوڑہ خشک کا ویزا بھی اللہ تعالیٰ نے آسان کر دیا۔ اور حضرت کی پاکستان تشریف آوری ہی سے دارالعلوم حقانیہ میں حضرت کی آمد آمد کا غلغلہ تھا، پورا دارالعلوم سراپا شوق اور اشتاق دید بنا ہوا تھا کہ اچانک حضرت کے دارالعلوم آنے کا پروگرام طے ہو گیا۔ وقت کی کمی کی وجہ سے بروقت لوگوں کو اطلاع نہ دی جا سکی صرف اخباری اطلاع دی گئی۔ اتوار ۲۰ محرم الحرام ۱۳۹۵ھ مطابق ۲ فروردی ۱۹۷۵ء شام کو لاہور سے چل کر سات بجے شام پشاور ایئر پورٹ پہنچے، کئی احباب ساتھ تھے، ہوائی اڈہ پر حضرت شیخ الحدیث کے علاوہ سرحد اور پشاور کے بیشمار علماء، خرقاء اور معتقدین چشم براہ تھے۔ پشاور سے چل کر رت سائے دہیچے دارالعلوم حقانیہ میں جلوہ افروز ہوئے۔ سخت سردی اور رات کا اندھیرا چھا جاتا

○ جب ۱۸ جنوری ۱۹۷۵ء کو مدینہ طیبہ سے اپنے خطوط کے ذریعہ معلوم ہوا کہ حضرت حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب قاضی سابقہ، منظم دارالعلوم دیوبند ۲۲ جنوری کو براستہ کراچی سعودی عرب سے ہندوستان جا رہے ہیں، اور یہ کہ پاکستان میں منقرض قیام کی اجازت کے لیے پاکستانی سفارت خانہ سے رابطہ قائم کیا گیا ہے، کچھ امیدیں تو قائم ہو گئی تھیں، مگر نظر ہر لیے حالات میں کہ نہ سفارتی تعلقات قائم ہوں نہ آمد و رفت کا سلسلہ شروع ہو چکا ہو۔ حضرت حکیم الاسلام جیسی مشہور و معروف شخصیت کو پاکستان آنے کی اجازت دونوں حکومتوں سے کیسے مل سکے گی؟ مگر قدرت نے غیبی انتظام فرما دیا تھا اور چند اہل درد دین اور علم کی محبت سے سرشار افسران کے تعاون سے یہ سارا مسئلہ آسانی سے حل ہو گیا تھا، اور حضرت نے کئی سال کے طویل وقفہ کے بعد سرزمین پاکستان میں قدم رنج فرمایا۔ ہزاروں لاکھوں معتقدین اور محبتین کے لیے یہ خبر واقعی ایک خوشگوار حیرت سے کم نہ تھی کہ فاصلوں کے فضیل، ضابطوں اور کاڈوں کی سرحدات ان سب کو پھلاتک کر حضرت کی آمد کیسے ممکن ہو گئی؟ اللہ تعالیٰ جب چاہے تو دلوں کی دنیا کی طرح جہانی اور مادی رکاوٹیں بھی یکایک دو فرما دیتا ہے۔ حضرت حکیم الاسلام کراچی میں اعترہ و احباب سے مل کر لاہور تشریف

پیدا ہو کہ میں حاضر ہوں اور آپ حضرات کی زیارتیں ہو جائیں اسباب کے درجے میں کوئی صورت نہیں تھی، ویزا بھی پاس نہ تھا۔ بمبئی کے قصد سے میں چلا تھا سعودی جہاز سے، لیکن کراچی کے ایئر پورٹ پر بعض عربی اور بعض دوست پہنچے اور اترنے پر امرار کیا، تو میں نے کہا کہ میرے پاس نہ ویزا ہے نہ پاسپورٹ، تو کیسے اترنا ہو؟ تو کہا کہ بس ہمیں ہی ویزا سمجھ لیں، ہم حاضر ہیں۔ تو بہر حال اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ چند دن یہاں مل گئے اور یہاں حاضری کی سعادت ہوئی۔ میرا مقصد نہ جلسہ ہے نہ تقریر نہ وعظ، وہ تو یہاں کے بزرگ بالکل کافی ہیں۔ آپ حضرات کے وعظ کرنے کے لیے تعلقین کرنے کے لیے اور بالخصوص ہمارے محترم بزرگ حضرت مولانا عبدالحق صاحب رحمہ اللہ حق تعالیٰ ان کی عمر دراز فرمائے اور ان کے فیضان میں برکت ہو، وہ کافی ہیں اور وافی ہیں۔ آپ حضرات کی نصیحت کیلئے اور وعظ کے لیے مولانا کو حق تعالیٰ نے جو فضل و کمال دیا ہے وہ تو ظاہر ہے، اور علم و فضل ہر حیثیت سے بڑے ہیں۔ میں یہ سمجھ رہا تھا کہ میں ہر حیثیت سے ان سے چھوٹا ہوں تو عمر میں بھی شاید چھوٹا ہوں گا۔ مگر ابھی معلوم ہوا کہ مولانا کی عمر زیادہ نہیں۔ تو ایک فضیلت تو مجھے حاصل ہے کہ میں کم سے کم عمر میں تو زیادہ ہوں اگرچہ علم و فضل میں ان سے زیادہ نہیں۔ تو بہر حال ان کی زیارت سے شرف ہوا۔ اور آپ حضرات کے لیے جذبات محبت و خلوص جو پہلے بھی دل میں تھے اور زیادہ بڑھ گئے۔

○ حسب سابق اس دفعہ بھی دوران قیام دارالعلوم حقانیہ میں حضرت حکیم الاسلام محمد طیب قاری نے مختصر کتاب الاراء و النظائر اور مولانا عبدالحق صاحب رحمہ اللہ کی کتاب التاثرات اور علم و فضل میں مجھ سے بڑے ہیں۔ یہاں نہ صرف

کے باوجود بھی دارالعلوم سے باہر علماء، اساتذہ، طلباء اور شہر و بیرون شہر سے آئے ہوئے دیندار مسلمانوں کی ایک بڑی جماعت چشم براہ تھی انتہا والہانہ استقبال ہوا۔ دارالعلوم کے درو دیوار حضرت نانوتویؒ، اکابرین درو بند اور حضرت حکیم الاسلام زندہ باد کے نعروں سے گونج اٹھے۔

۲۱ محرم ۱۳۹۵ھ دوسرے دن صبح ۹ بجے تک حضرت کا قیام دارالعلوم ہی میں رہا۔ صبح معززین کے ساتھ دفتر اہتمام میں چائے میں شرکت فرمائی۔ اس دوران مولانا سمیع الحق کے صاحبزادگان عامہ الحق اور راشد الحق کی رکن بسم اللہ بھی فرمائی۔ دارالعلوم کا معائنہ فرمایا اور حسب سابق دارالعلوم کی ترقیات پر نہایت خوشی اور مسرتوں کا اظہار فرماتے رہے۔ علماء، صاحبین اور طلبہ و تعلقین سے ملاقات فرمائی۔ صبح واپسی سے قبل دارالعلوم کی طرف سے استقبالیہ تقریب میں شمولیت فرمانے کے لیے آپ

جامع مسجد خود حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب صاحب کا امضاء تھا کہ میں تو اکوڑہ خشک کا تصور بھی اہل علم نے کس ہی وہاں سے چلتا ہوں۔

وایں عشاق دلوں کا ہجوم تھا۔ حضرت قاری صاحب نے وقت کی کمی اور بہت جلد واپسی کی وجہ سے مختصر اُرسی خطاب فرمایا اور اختصاراً پرفسوس کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ انشاء اللہ پھر کبھی اس کی تلافی کی جائے گی۔ خطاب فرمانے کے بعد آپ نے طلبہ و حدیث ثلث کی خواہش پر شمائل ترمذی شریف شروع کر دیا اور دعاء کے بعد نو بجے حضرت کو طلبہ، اساتذہ اور مشتاقان دیدنے دھڑکتے دلوں کے ساتھ الوداع کہا۔ حضرت شیخ الحدیث اور ایڈیٹر ماہنامہ الحق مولانا سمیع الحق صاحب بھی راولپنڈی تک ساتھ تھے، اور اُسی دن رات ساڑھے آٹھ بجے بذریعہ طیارہ حضرت راولپنڈی سے عازم کراچی ہوئے۔ دوران قیام حضرت کے علم و حکمت سے لبریز بعض مجالس کی گفتگو بھی ریکارڈ کر لی گئی حضرت کی تقریر کا متن حسب ذیل ہے:-

حکیم الاسلام علامہ قاری محمد طیب قاسمی کے خطاب کا اقتباس

الحمد لله وكفى وسلاماً على عباده الذين اصطفى۔
بزرگان محترم اور برادران عزیز، طلبہ کرام! وقت بہت کم ہے، تھوڑی دیر بعد روانہ ہونا ہے۔ میرا مقصد پاکستان کی حاضری سے صرف آپ بزرگوں کی زیارت اور آپ حضرات سے ملاقات تھی۔ سات آٹھ برس پہلے حاضری پاکستان میں ہوئی تھی اور اُس وقت دارالعلوم حقانیہ میں بھی حاضری کی سعادت ملی تھی۔ تو بے اختیار دل چاہ رہا تھا کہ کوئی صورت

عَمْدُهُ وَنُصَلِّيْ۔ اُج تباریخ ۲۰ محرم الحرام ۱۳۹۵ھ
۲۰ محرم ۱۳۹۵ھ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خشک میں حاضری کی سعادت میسر ہوئی۔ اس علاقہ میں یہ دارالعلوم حقانیہ روشنی کا ایک ستارہ ہے جس نے چار طرف علوم نبوت کی روشنی پھیل رہی ہے۔ اسی روشنی کا محزون حقیقت یہ ہے کہ حضرت مولانا عبدالحق صاحب دام ظلہ رحمہ اللہ کے ذات گرامی اور ان کی ذریت طیبہ ہے۔ یہ نسبت اس دارالعلوم کی عظمت کے لیے کافی ہے۔ آج سے تقریباً سات سال قبل بھی یہاں حاضری ہو چکی ہے۔ اس مختصر مدت میں دارالعلوم نے جو نمایاں ترقیات کی ہیں وہ سب کی آنکھوں کے سامنے ہیں۔ دارالعلوم بجد اللہ متدین ہاتھوں

میں ہے اور مسلمانوں کی پاک کائی اپنے صحیح مصرف میں صرف ہوں ہی ہے
حق تعالیٰ اس دینی ادارہ کو یوگافیدو ترقیات ظاہری و باطنی عطا فرما
اور اس کے ذریعہ اس علاقہ میں دینی فضا پیدا فرمائے۔ ع
ایسے دعا ازمنہ و ازجملہ جہات آمنے باد

محمد طیب عظمیٰ، محترم دارالعلوم دیوبند

۲۰ محرم الحرام ۱۳۹۵ھ

آج بتاریخ ۲۰ رجب ۱۳۸۸ھ احقر دارالعلوم

۲۰ جمادی الثانی ۱۳۸۸ھ

اکوڑہ خشک میں حاضر ہوا۔ دارالعلوم حقانیہ
کی عظیم الشان عمارت آنکھوں کے سامنے ہے اور اس عمارت کی
روح، تعلیم و تربیت اور دینی معاشرت دل کے سامنے ہے۔ میں یہ
عرض کرتے ہیں حق بجانب ہوں گا کہ دین و دیانت اور علم و فراست
میں دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خشک دیوبند ثانی ہے۔ اس دارالعلوم کے

بانیان نظم
مولانا عبدالحق صاحب
ذات ستودہ مقام
دیکھ لینا حقانیہ
دارالعلوم حقانیہ روشنی کا
ایک مینارہ جس سے چہار طرف
علوم نبوت کی روشنی پھیل رہی ہے
کیونکہ حضرت
دام ظلہ کے
ہے۔ ان کا
کی حقانیت

کو دیکھ لینا ہے۔ الحمد للہ ائمہ کرام و سلف صالحین کا علمی ترکہ یہاں پوری طرح
سے محفوظ ہے۔ یہ اس علاقہ کی خوش قسمتی ہے کہ اس میں مولانا جیسی شخصیت
اور حقانیہ جیسی درس گاہ موجود ہے۔ طلبہ کا بحمد اللہ رجوع عام ہے اور سب
پر دین کے اثرات اور خشیت اللہ کا رنگ نمایاں طور پر محسوس ہوتا ہے۔
دل ہے کہ حق تعالیٰ اس درس گاہ کو قائم و دائم رکھے، اسے علم کا روشن
مینارہ بنائے رکھے۔ ع

ایسے دعا ازمنہ و ازجملہ جہات آمینے باد

محمد طیب عظمیٰ، محترم دارالعلوم دیوبند

نزیل حال اکوڑہ خشک، ۲۰ رجب ۱۳۸۸ھ

اس موقعہ پر شیخ المہند مولانا محمود حسن کے تلمیذ خاص
اسیر مالتا مولانا عزیز گل بھی موجود تھے۔ انہوں نے بھی اپنے
تاثرات قلمبند کرتے ہوئے لکھا کہ:-

”حضرت مولانا محمد طیب صاحب چونکہ ہمارے سردار ہیں اس
لیے اپنی سعادت سمجھتا ہوں کہ اپنے طرف سے کچھ عرض نہ کروں، صرف
حضرت مولانا مذکورہ صدر کی دعاؤں پر آمین کہوں۔ والسلام
بندہ محمد عزیز عفی عنہ

واسیر مالتا حضرت مولانا عزیز گل

نحمدہ و نصلی: آج بتاریخ ۲۰ ربیع الثانی

۱۳۸۸ھ احقر صاحب دعوت حضرت مولانا

۶ ربیع الثانی ۱۳۸۸ھ

عبدالحق صاحب بانی دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خشک حاضر ہوا اور دارالعلوم ہی

میں قیام کیا۔ آٹھ سال کے بعد اس سرپرستہ علم میں ماضی کا یہ دوسرا موقعہ
ہے، ۱۹۵۰ء میں احقر اُس وقت حاضر ہوا تھا جبکہ اس مدرسہ کیلئے نہ کوئی
مستقل جگہ تھی نہ مکان۔ ایک مسجد میں غریبانہ انداز سے اساتذہ و تلامذہ
نے کا تعلیم شروع کر دیا تھا لیکن آٹھ سال کے بعد آج دارالعلوم کو اس
شان سے دیکھا کہ اس کے پاس شاندار عمارت بھی ہے، وسیع میدان بھی
ہاتھ میں ہے، اس کے وسیع نظم و نسق کے لیے مختلف انتظامی شعبہ جات
بھی ہیں، تشبیہ و تمثیل مستقل حیثیت میں اپنا کام بھی کر رہا ہے اور تعمیرات
بھی روز افزوں ترقی پر ہیں، طلبہ کی کثرت ہے، اساتذہ ماہرین فنوں کی کافی
تعداد میں جمع ہیں، ۲۶ طلبہ فارغ التحصیل کی دستار بندی بھی ہوئی جن میں
مختلف پاکستانی علاقوں کے علاوہ کابل و قندھار کے طلبہ بھی ہیں ایک
عظیم الشان مسجد کی بنیاد بھی رکھی جا رہی ہے۔ خلق اللہ کا رجوع ہے، اعما
ہے اور وہ پورے پورے پورے کے ساتھ پر وانا دار اس شمع علم کے ارد گرد
فدایت و عقیدت کے ساتھ ہجوم کر کے آرہے ہیں، حتیٰ کہ مدرسہ کے
جلسے نے ایک ”عظیم الشان علمی جشن“ کی صورت اختیار کر لی ہے اور بڑا تال
کہا جاسکتا ہے کہ آج اسے صوبہ سرحد کی سب سے بڑی اور مرکزی درس گاہ
ہونے کا فخر حاصل ہے۔ سات سال کی مختصر مدت میں بینظاہری و باطنی
ترقیات بخیر اس کے کہ کارکنوں کے اخلاص و تلمیت کا ثمرہ کہا جائے

اور کیا کہا جا
ان غلصین میں
حضرت مولانا
اکوڑوی ہیں
اخلاص کو ہیں
میں یہ عرض کرنے میں حق بجانب
ہوں گا کہ دین و دیانت اور علم و
فراست میں دارالعلوم حقانیہ
اکوڑہ خشک دیوبند ثانی ہے۔
اس وقت

سے جانتا ہوں جب سے کہ وہ دارالعلوم دیوبند کے ایک طالب علم اور
اس کے بعد کافی عرصہ تک دارالعلوم دیوبند کے ایک ماہر فن استاد
کی حیثیت سے دارالعلوم دیوبند میں مقیم تھے تقسیم ملک کے بعد بحجری
اکوڑہ میں مقیم ہوئے اور دارالعلوم دیوبند آج تک ان کی جدائی پر نالاں
ہے۔ ان کی سادہ، بے لوث اور مخلصانہ طبیعت اور خدمت نے ہی
اس سات سال کی قلیل مدت میں اس مکتب کو مدرسہ اور مدرسہ ہے
دارالعلوم بنا دیا ہے۔ اس دارالعلوم کے احاطہ میں پہنچ کر احاطہ دارالعلوم
کا شہر ہونے لگتا ہے اور بالآخر یہ شہر یقین سے بدل جاتا ہے۔

جب یہ دیکھا جاتا ہے کہ حقیقتاً اس نے اپنی صورت و میراث میں دارالعلوم دیوبند
کی صورت و
دارالعلوم دیوبند آج تک مولانا
عبدالحق کی جدائی پر نالاں ہے
اور وہ
ہی بن گیا ہے

دعا ہے کہ حق تعالیٰ اس سرپرستہ فیض اور اس کے بانی کو اپنے
فضل و کرم کے سایہ میں تادیر قائم رکھے اور مسلمانان پاکستان کے لیے

یہ مدرسہ نور ہدایت اور بینارہ روشنی ثابت ہو۔

ایسے دعا اذمنے و ازجملہ جہالت آئینے باد

محمد طیب مہتمم دارالعلوم دیوبند حال ذیل: لکھنؤ، خٹک

۲۶ ربیع الثانی ۱۳۷۸ھ

۱۲/۱۳ اکتوبر ۱۹۶۸ء کی درمیانی شب کو

۱۲/۱۳ اکتوبر ۱۹۶۸ء

جب حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب نے اپنے سفر پاکستان کے دوران اپنی خاص محنت اور تعلق خاطر کی بنا پر

دارالعلوم حقانیہ اس دارالعلوم کے احاطہ میں پہنچ کر احاطہ تشریف آوری اور دارالعلوم حقانیہ سے بدلہ جاتا ہے جب یہ دیکھا جاتا ہے کہ تحقیقات اکہ نے اپنی صورت و سیرت میں دارالعلوم دیوبند کی صورت و سیرت کو سمو لیا ہے اور وہ دارالعلوم دیوبند کا بہتہ گیا ہے

قاری صاحب مرحوم سے ایک مفصل انٹرویو لیا، جو اپنی جامعیت اور ناخفیت کے اعتبار سے تمام طبقوں میں پسند کیا گیا، جس سے فکر و عمل کی نئی راہیں متعین ہوتی ہیں۔ انٹرویو کے آخر پر جب مولانا کی اپنی مدظلہ نے دریافت فرمایا کہ حضرت! اس مدرسہ دارالعلوم حقانیہ کے بارہ میں بھی کچھ نصیحت؟

تو حضرت حکیم الاسلام نے ارشاد فرمایا:-

— آپ لوگ اختیار کیے ہوئے ہیں، محمد اللہ مدرسہ چلے رہا ہے، غالب ہو رہا ہے، مولانا شیخ الحدیث مولانا عبدالحق موجود ہیں، ہر وقت قالے اللہ وقالے الرسول ہے، اس سے زیادہ کیا روحانیت و معنویت ہو گئے، خدا نے مدرسہ کو ایسے بزرگ اور اساتذہ دیئے ہیں جو محمد اللہ دینے مجسم ہیں —

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب کے سانچے کے

کے موقع پر شیخ الحدیث مولانا عبدالحق کا ایک تعریفی اجتماع خطا کا اقتباس مخرم بنایا، اکابر دیوبند کا ذکر بھی اسی مناسبت سے چل پڑا ہے کہ ابھی پچھلے دنوں دارالعلوم دیوبند کے مہتمم حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہو گیا ہے۔ حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایک پاکباز اور باکر دار انسان تھے۔ حضرت مولانا قاسم اللہ علیہ کے

علوم و ہنر کی ہر کتاب علوم و معرفت کی ایک بحرِ خوار ہے اور انکی تصنیف جو علم الکلام، علم الحدیث پر کبھی کبھی، کو سمجھ لینا بھی کوئی آسان بات نہیں ہے، کے ترجمان تھے۔ الولد ستر آلبیہ کا مظہر تھے۔ حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ اکابرین دیوبند کے علوم بالخصوص علوم قاسمیہ، علوم شیخ الہند اور علوم حقانوی کا ایک عظیم خزانہ، جامع ماہر اور شارح تھے، تحریر و تقریریں ان کو زبردست ملکہ حاصل تھا۔ اور سب سے بڑی چیز یہ ہے کہ دارالعلوم دیوبند کو جو خدا تعالیٰ نے علمی لحاظ سے، طلباء کے لحاظ سے، اساتذہ اور علماء کے لحاظ سے، اقتصادیات اور تعمیرات کے لحاظ سے اور ہر لحاظ سے جو خوبیاں عطا فرمائی ہیں اور ترقیات سے نوازا ہے، یہ سب کچھ حضرت قاری صاحب کے دورِ اہتمام اور ان کے زیرِ نگرانی انجام کو پہنچا ہے۔ حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں حضرت اعلیٰ مولانا انور شاہ کشمیری دارالعلوم دیوبند کے صدر مدرس رہ چکے ہیں، پھر ان کے بعد شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین مدنی رحمۃ اللہ علیہ حضرت قاری صاحب ہی کے زمانہ اہتمام میں مدرسہ کر رہے۔ حقیقت یہ ہے کہ دارالعلوم دیوبند نے اس زمانہ میں جو رواج اور ترقی حاصل کی ہے، یہ تاج اور اس کا سہرا حضرت قاری صاحب مرحوم کی مساعی جملہ کے سر ہے۔ اور یہ ان ہی کے مخلصانہ شبانہ روز مساعی کا ثمرہ ہے۔ بہر تقدیر حضرت قاری صاحب ایک پاکیزہ شخصیت، جامع العلوم

اور بہترین منصف تھے، ان کے اس شاد فرمایا: مجھے دارالعلوم حقانیہ خاندان میں دیگر نائبین کے خاندان قاری صاحب بلکہ دارالعلوم حقانیہ نے دارالعلوم دیوبند کے تمام کو اپنے ضمن میں لے رکھا ہے، سارے پاکستان میں دارالعلوم دیوبند کے نمونہ اور خلا تعالیٰ سے اس خلا آج شہر قرہ جو

علوم کے مدارس و مراکز نظر آتے ہیں اور ہر گاؤں اور ہر بستی میں جو آپ کو دارالعلوم دیوبند کا فاضل، اکابر اساتذہ کا تلمیذ یا تلمیذ التلمیذ نظر آتا ہے یہ سب دارالعلوم دیوبند کی مساعی جملہ کا نتیجہ ہے اور یہ سب دارالعلوم دیوبند ہی کی برکات ہیں۔ ایشیا بھر میں پھیلے ہوئے مدارس ان کے اساتذہ و منتظمین کا تعلق بغیر واسطہ کے یا بلا واسطہ دارالعلوم دیوبند سے وابستہ ہے۔

فرمانے کہ یہ نوجوان ہے اور کام اچھا چلا سکتا ہے۔ اور یہ محض ان کا حسن ظن تھا۔ تو حضرت متمم صاحب مرحوم نے بحیثیت متمم دارالعلوم دیوبند منجانب پر جو شفقت فرمائی ہے اور خاص کر دارالعلوم حقانیہ سے۔ اور ایک موقع پر فرمایا کہ: ”دادالعلوم حقانیہ دارالعلوم دیوبند کا بیٹا ہے“

حضرت قاری صاحب مرحوم دارالعلوم حقانیہ کو بہت ترجیح دیتے تھے اور اس کے ذکر پر فخر فرمایا کرتے تھے۔ اور یہ خدا تعالیٰ کا ایسا فضل و کرم ہے کہ تمام اکابر اساتذہ دارالعلوم دیوبند کو دارالعلوم حقانیہ سے ایک خاص محبت تھی، اور سب فرمانے کہ ”یہ ہمارا اپنا دارالعلوم ہے“

حضرت قاری صاحب مرحوم کا سب سے بڑا کارنامہ دارالعلوم دیوبند کو ترقی اور عروج کے بلند معیار پر پہنچا دینا ہے کہ آج تمام دنیا کے لیے دیوبند مشعل راہ ہے۔ کثیر علماء، کثیر طلباء، تدوین کتب اور تعمیرات ہر لحاظ سے دارالعلوم دیوبند ترقی کی راہ پر گامزن ہے۔

جس کی خدمات اور شہرہ کا شمس فی نصف النہار ہے۔ آج ہم ان کے سایہ شفقت سے محروم ہو گئے ہیں، یہ تمام اہل علم کے لیے بہت بڑا صدمہ ہے۔ دارالعلوم دیوبند تمام اہل علم کی مادر علمی ہے، ایسے دارالعلوم حقانیہ کے لیے یہ ایک بہت بڑا صدمہ ہے۔ میں کیا عرض کروں! حضرت قاری صاحب کی وفات سے ہمارے قلوب کو صدمہ پہنچا۔ ہم ایک بڑے مشفق، ایک بڑے مہربان، ایک بڑے تجربہ کار بڑے عالم اور خاص کر دارالعلوم دیوبند اور مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے علوم کے حامل سے محروم ہو گئے۔ قیامت کی علامات سے سن جملہ ایک علامت یہ بھی ہے کہ یدفع العسلح، جیسا کہ امام بخاریؒ نے اس جانب اشارہ فرمایا ہے کہ جب علم ناپید ہو جائے اور لوگ علوم دینیہ سے محروم ہو جائیں تو دین ختم ہو جائے گا۔ دین ہم کو علم ہی بتلاتا ہے۔ ہم جو یہاں جمع ہوئے ہیں ہمارا مقصد علم حاصل کرنا ہے کہ نماز، روزہ، زکوٰۃ اور اللہ تعالیٰ کے دین کے احکام و مسائل سیکھ لیں، جب مسائل معلوم ہو جائیں تو اذلاً ان پر خود عمل کریں، پھر ان کی حفاظت و اشاعت کی کوشش کریں۔ اسی تبلیغ و اشاعت کے نتیجہ میں انشاء اللہ عالم آباد رہے گا اور اگر یہ کام چھوڑ دیا جائے تو عالم برباد ہو جائے گا۔



کچھ ایسے بھی اٹھ جائیں گے اس بزم سے جن کو تم دھونڈنے نکلو گے مگر پانہ سکو گے

دارالعلوم حقانیہ اور اسکے بانی سے تعلق | حضرت قاری صاحب مرحوم کو دیگر اساتذہ دیوبند کی طرح

دارالعلوم حقانیہ سے حد سے زیادہ شفقت اور حد سے زیادہ محبت تھی جب بھی پاکستان تشریف لاتے تو دارالعلوم حقانیہ ضرور تشریف لاتے جب، ہم سالانہ جلسہ دستار بندی کرتے (جو اب کافی عرصہ سے سالانہ اجتماع اور دستار بندی وغیرہ کا نظام متروک ہو چکا ہے، بفضل اللہ حلقہ کی وسعت اور فضلاء کی کثرت اس حد تک پہنچ گئی ہے کہ جس کی وجہ سے جلسہ کا کنٹرول ایک بڑی سطح کے منصوبہ اور بڑے پیمانہ کے انتظام کے بغیر انجام کو نہیں پہنچ سکتا) تب بھی حضرت تشریف لاتے، ایک مرتبہ اس سلسلے والی گیلری و دارالحدیث کے سامنے برآمدے کے اوپر والا بالا خانہ یا گیلری جو کافی عرصہ تک حضرت مولانا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی قیام گاہ رہا ہے) میں بھی قیام فرمایا، اور غالباً ایسے ہی ایک موقع پر جب آپ نے دارالعلوم حقانیہ اور اس کے مختلف شعبوں اور طلبہ کی قیام گاہوں کے مختلف احاطوں کا معائنہ کیا تو حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیبؒ نے ارشاد فرمایا ”مجھے دارالعلوم حقانیہ دارالعلوم دیوبند سے جدا نظر نہیں آتا، میں دارالعلوم حقانیہ آکر یوں محسوس کرتا ہوں جیسے دارالعلوم دیوبند آگیا ہوں اور گویا اپنے گھر میں موجود ہوں“ پاکستان میں دارالعلوم دیوبند کے نمونہ اور نقش قدم پر دارالعلوم حقانیہ گامزن ہے اور یہ دیوبند ثانی بن چکا ہے۔

اور ایک مرتبہ تو یہاں تک فرمایا کہ ”میں دارالعلوم حقانیہ آکر یوں محسوس کرتا ہوں جیسے دارالعلوم دیوبند آگیا ہوں اور گویا اپنے گھر میں موجود ہوں“ یہ تاثرات دارالعلوم کی کتاب الآراء میں بھی قلمبند فرمائے ہیں۔ بہر حال یہاں اگر حد درجہ خوشی اور محبت کا اظہار فرماتے اور جو جو تے مسائل پیش آتے اس میں بھی دارالعلوم حقانیہ کی رائے کو شامل فرما لیتے۔

میں عرض یہ کر رہا تھا کہ حضرت کو دارالعلوم حقانیہ اور خاص کر منجانب پر جو شفقت تھی۔ دارالعلوم دیوبند میں میں نے جو زندگی کی محنت گزارے ہیں خاص کر تدریس کا زمانہ جو تقریباً ساڑھے چار سال ہے، اور اس زمانہ میں ہر فن میں تقریباً کوئی ایسی کتاب نہ ہوئی جو میں نے نہ پڑھائی ہو۔ دیگر اساتذہ کی شفقت و محبت کے باوجود یہ کمال اختیارات متمم صاحب کے ہونے ہیں تو حضرت متمم صاحب ہر معاملہ میں ترجیحی سلوک میرے ساتھ فرمایا کرتے تھے۔ اسباق اور حدیثیں کا مشہد بھی یوں تھا کہ جب بعض اساتذہ حج کو تشریف لے جاتے تھے اور عذر سے وہ اسباق نہ پڑھا سکتے تو ان کے اسباق اور کتابیں (جو زیادہ تر فقہ، حدیث، فلسفہ، منطق، معانی اور تفسیر کی ہوتی تھیں) کی تدریس کی ذمہ داری بھی مجھے سونپ دی جاتی، اور